افکارِ معاصرین

جنابِ ہرزوگ! آپ ہمیں سبق نہ پڑھائیں!

> زیرِ نظر سطور روزنامہ "الاخبار" اسلام آباد، مؤرخہ ۷ اپریل ۹۵ء کا ایڈیٹوریل ہے، جو ایک مسلمان کی دینی غیرت کا ثبوت اور قانونِ تحفظِ ناموسِ رسالت کے بارے درست فکر کا ترجمان ہے —— افادیت کے پیشِ نظر ہم اسے ہدیۂ قارئین "حرمین" کرتے ہیں۔
>
> (ادارہ)

جرمنی کے صدر رومان ہرزوگ نے پاکستان کی کتابِ قانون میں شامل قانونِ تحفظِ ناموسِ رسالت پر نکتہ چینی کی ہے اور یہ رائے ظاہر کی ہے کہ سزائے موت کا یہ قانون واضح نہیں اور اس کی عبارت بھی مبہم ہے۔ جرمن صدر نے اسلام آباد میں اخباری نمائندوں سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ:

"میں نے صدر سردار فاروق احمد لغاری اور وزیرِ اعظم کو بھی اس قانون کے بارے میں اپنی تشویش سے آگاہ کر دیا ہے۔"

اس ضمن میں ہمارے معزز مہمان نے اپنے میزبان صدر اور وزیرِ اعظم کے جوابات یا وضاحتوں کو تسلی بخش قرار دیا ہے۔ بی بی سی کی ایک اطلاع کے مطابق قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ جرمنی نے ان پاکستانی عیسائی نوجوانوں کو اپنے ہاں سیاسی پناہ دے رکھی ہے جنھیں پاکستان کی ایک ماتحت عدالت سے توہینِ رسالت کا ارتکاب کرنے کے الزام میں سزائے موت سنائی گئی تھی، اور بعد میں جن کی سزائے موت لاہور ہائی کورٹ نے ملزموں کی اپیل پر منسوخ کر دی تھی۔ اور جس عجلت میں ان کی اپیل کا فیصلہ سنایا گیا تھا اس سے بھی کہیں زیادہ عجلت کے ساتھ انھیں بحفاظت پاکستان سے نکالنے کا اہتمام بھی کر دیا گیا

تھا اور آج وہ جرمنی میں سیاسی پناہ حاصل کر چکے ہیں۔

مہمان صدر نے مذکورہ قانون کو جرمنی کے معیار پر پرکھتے ہوئے گنجلک قرار دیا ہے، پاکستان میں اس وقت جو نام نہاد روشن خیال اور دانشور خواتین و حضرات قانونِ تحفظ ناموسِ رسالت کے خلاف مہم چلا رہے ہیں، ان کے ساتھ ملاقات اور بات چیت کرنا بھی صدر رومان ہرزوگ کے دورۂ پاکستان کے طے شدہ پروگرام میں شامل ہے۔ اور یہ بات کسی شک و شبہے کے بغیر کہی جا سکتی ہے کہ اس طرح کی ملاقات اور بات چیت میں فریقین میں خیالات اور نظریات کی زبردست ہم آہنگی پائی جائے گی، لیکن ہم اپنے معزز مہمان پر یہ اچھی طرح واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ یہ نام نہاد روشن خیال اور دانشور خواتین و حضرات پاکستان کے عام لوگوں کے جذبات و احساسات کی ترجمانی نہیں کرتے۔ اور انھیں تو حقیقتاً یہ بھی معلوم نہیں کہ توہینِ رسالت اسلام کے نقطہ نظر سے کتنا بڑا جرم ہے؟ اس لیے کہ انھوں نے اپنی نام نہاد روشن خیالی اور دانشوری کے زعم میں اسلام کا مطالعہ قرآن و حدیث کی روشنی میں نہیں بلکہ مغربی مستشرقین کی نظروں سے کیا ہے اور ان کی تمام تر ہرزہ سرائیوں ہی کو اسلام سمجھ لیا ہے۔

صدر ہرزوگ تو خیر پاکستان کے معزز مہمان ہیں جو ہمارے اپنے صدر سردار فاروق احمد خان لغاری کی دعوت پر پاکستان کے دورے پر آئے، ورنہ بدقسمتی سے پاکستان کی اب فضا ہی کچھ اس طرح کی بن چکی ہے کہ ہر کوئی کسی نہ کسی حوالے سے ہم پر چڑھائی کرتا نظر آتا ہے۔ اور جناب مہمانِ صدر! اگر ہمیں مہمان نوازی کی مشرقی اور اسلامی روایات کی پاسداری نہ ہوتی تو آپ نے اس قانون کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے، ہم اس کا جواب پاکستانی عوام کے جذبات اور احساسات کی ترجمانی کرتے ہوئے آپ کو ضرور دیتے۔ ہمیں احساس ہے کہ ہماری بعض بڑی بڑی شخصیات، محکمے اور ادارے آپ کی آؤ بھگت میں ہمہ تن لگے ہوئے ہیں اور ان کی توجہ ہمارے ایک قانون کے خلاف آپ کی گوہر افشانی کی طرف جا ہی نہیں سکتی۔ اور پھر آپ نے ہمارے صدر اور وزیراعظم کی وضاحتوں پر اطمینان کا اظہار بھی کر دیا ہے لیکن ہم ان سے بصد ادب و احترام یہی عرض کریں گے کہ جناب صدر! آپ اس قانون پر کوئی تبصرہ کرنے سے گریز ہی کریں۔ مسلمانوں کے نزدیک، خواہ وہ کتنے ہی گئے گزرے کیوں نہ ہوں، یہ ایک بہت ہی نازک معاملہ ہے اور ایک ایسا نازک معاملہ کہ ع

نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

آپ کے علم میں ہے کہ جن دو عیسائی نوجوانوں کو توہینِ رسالت کا ارتکاب کرنے پر سزائے موت سنائی گئی تھی اور پھر یہ سزا اعلیٰ ترعدالت نے منسوخ بھی کر دی تھی، وہ پاکستان سے جا چکے ہیں اور ان کے اس طرح یہاں سے چلے جانے کے خلاف پاکستانی عوام کے جذبات و احساسات پہلے ہی بہت شدید ہیں۔ پاکستانی عوام عدالتوں کے فیصلوں کا احترام کرنا جانتے ہیں، لیکن اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت ان کے خون میں رچی بسی ہے۔ ہر پاکستانی بلکہ اس پورے خطے کا ہر مسلمان اپنے آپ کو غازی علم الدین شہید کا وارث سمجھتا ہے، اس لیے مذکورہ قانون پر راے زنی کر کے آپ پاکستانیوں کے جذبات کو چھیڑنے سے اجتناب ہی کریں۔

ہم یہاں اپنے معزز مہمان کی خدمت میں یہ بھی عرض کر دینا چاہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک توہینِ رسالت جیسے گھناؤنے جرم کا ارتکاب کرنے پر صرف غیر مسلم ہی گردن زدنی نہیں ٹھہرتے بلکہ ہم کسی ایسے (نام نہاد) مسلمان کو بھی زندہ رہنے کا حق نہیں دیتے جو اس سنگین جرم کا مرتکب ہو۔ اس کی ایک مثال تو سلمان رشدی ہے، جس پر دنیا محاورتاً ہی نہیں، بلکہ حقیقی معنوں میں تنگ ہو چکی ہے۔ وہ اپنی جان بچانے کے لیے تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں اس طرح پناہ لینے پر مجبور ہو گیا ہے کہ اب سورج کی روشنی کا دیکھنا بھی اس کے نصیبوں میں نہیں رہا۔ اور ہر مسلمان ایک اور غازی علم الدین شہید بننے کی تڑپ میں موقع ملتے ہی اس شیطان صفت انسان کو موت کے گھاٹ اتارنے پر کمربستہ نظر آتا ہے۔ اسی طرح بنگلہ دیش کی دریدہ دہن مصنفہ تسلیمہ نسرین بھی جان بچانے کے لیے نہ جانے کہاں کہاں چھپتی پھرتی ہے۔ اپنے وطن کی سرزمین کے دروازے اس پر قطعی طور پر بند ہو چکے ہیں، یہاں تک کہ اب تو اسے وطن کی مٹی نصیب ہونے کا بھی کوئی امکان باقی نہیں رہا۔ اس لیے کہ سارا بنگلہ دیش اس کے خون کا پیاسا نظر آتا ہے اس نے جرم بھی تو بہت سنگین کیا ہے۔

سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین کی مثالیں ہم نے صرف یہ حقیقت واضح کرنے کے لیے دی ہیں کہ توہینِ رسالت کے خلاف مسلمانوں کا ردعمل عیسائی یا کسی اور دوسرے مذہب کے خلاف تعصب کا نتیجہ نہیں ہوتا، بلکہ اس طرح کے ردِ عمل سے ان اقدا

روایات کا اظہار مقصود ہوتا ہے جنھیں مسلمان اپنا جزوِ ایمان سمجھتے ہیں، اور جن پر کسی طرح کی نرمی یا سودے بازی کی کوئی گنجائش موجود نہیں ہوتی۔ ہم اپنے معزز مہمان صدر کا تمام تر احترام ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے انھیں یہ بھی جتا دینا چاہتے ہیں کہ پاکستان کی کتابِ قانون میں شامل ایک اہم قانون کے بارے میں انھوں نے جو تبصرہ کیا ہے، اس سے اشتعال انگیزی کا پہلو نکلتا ہے۔ یہی نہیں اس سے ہمارے علمائے دین کی تضحیک کا پہلو بھی نکلتا ہے جو دینِ اسلام کے تقاضوں کو بہت اچھی طرح سمجھتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آنے والے ایک ایسے ملک کے لیے، جس کا سرکاری مذہب بھی اسلام ہے، کس طرح کے قوانین ہونے چاہئیں۔ ہم ایک بار پھر اپنے معزز مہمان کی خدمت میں یہ عرض کر دینا چاہتے ہیں کہ آپ کو کافی تعداد میں ایسے نام نہاد روشن خیال دانشور مل جائیں گے جو آپ کی ہمنوائی کرنے میں کسی قسم کی شرم محسوس نہیں کریں گے، لیکن آپ یہ یاد رکھیں کہ یہ لوگ نہ صرف یہ کہ اصل پاکستانیوں کے جذبات و احساسات کے ترجمان نہیں بلکہ ان جذبات و احساسات کے بالکل برعکس خیالات کے حامل ہیں۔

انتقالِ پُرملال

مدرسہ عربیہ دار القرآن والحدیث میہڑ ضلع دادو کے بانی اور قاری سعید احمد صاحب کے والد مولانا قاری محمد صاحب مکہ مکرمہ سعودی عرب میں وفات پا گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ٥

مرحوم تقریباً تیس سال سے سعودی عرب کے مختلف مدارس میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ مرحوم کی عمر ایک سو سال کے قریب تھی۔ ان کی نمازِ جنازہ حرم شریف مکہ میں ادا کی گئی اور جنت المعلیٰ میں دفن کیے گئے۔ جمیع احباب سے دعائے مغفرت کے لیے درخواست ہے۔

(قاری خلیل احمد نائب مہتمم مدرسہ ہٰذا)